سماج میں معاشی ناہمواریوں کے خلاف انبیاء کرامؑ کی جدوجہد: ایک تحقیقی مطالعہ

The Struggle of the Prophets against Economic Inequalities in Society: An Exploratory Study

*عمر حیات

Abstract

Human history bears eyewitness that whenever humanity was imprisoned, dishonored, and worshiped minor things, and a undersized collection of people had taken be in charge of all economic resources, exploiting the basic rights of the masses, Allah's mercy intervened to liberate humanity from all forms of cruelty and despotism. This mercy had been sent through prophets, they have established a society based on the doctrine of justice, equality, and basic human rights, and provided a widespread system of life, inclusive economic principles, to ensure human riches and contentment.

They deliver guidance on adore, social relations, and economic principles, production of wealth, Distribution of wealth, exchange of wealth and consumption of wealth. This comprehensive system is exceptional and unmatched in human history.

The prophets also hand over a system of economics that is based on justice, equity, equality, and human rights. They emphasized the significance of hard work, integrity, and fair trade, and prohibited exploitation, usury, and hoarding. This economic system is not just a set of moral teaching but a inclusive system that provides for the economic welfare of all members of society.

Unfortunately, many people believe that religion is only anxious about beliefs and worship, and has no relation to economic and social issues. This misconception led to the overlook of the economic principles taught by the prophets, and s resulted in poverty, inequality, and exploitation. It is time to re-examine the teachings of the prophets and implementation their economic principles to accomplish prosperity and glee for all.

Key words: Economic Inequalities in Society, Struggle of Prophets against inequality

انبیاء کرامؑ کی جدوجہد کے تناظر میں قرآنی دعوتی اسلوب کو مدنظر رکھ کر اس اصول کی وضاحت ہوتی ہے کہ ہمیشہ انبیاء

* لیکچرر، شعبہ علومِ اسلامیہ، کیڈٹ کالج مہمند

کرامؑ کی دعوت کو قبول کرنے والے معاشرے کے کمزور طبقات ہی تھے جن کو قرآن حکیم "مستضعفین فی الارض" سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ انبیاء کرامؑ ان پسے ہوئے طبقے ہی کے حقوق کی نمائندگی کرنے والے تھے۔ارشادر بانی ہے۔ وَنُرِیْدُ ان نمن عَلَی الذینَ استَضْعَفُوْا فِی الْاَرضِ وَ نَجْعَلْهُمْ اَئِمة ونجعلهم الؤرثین[1] ترجمہ:"اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جو کمزور کر دیئے گئے تھے زمین میں، اور ہم بنائیں انہیں سردار اور ہم بنائیں انہیں وارث (زمین اور وسائل دولت کا)۔

ہر نبیؑ کے دور میں قوم کے بااثر لوگوں نے اس لئے نبیؑ کے ساتھ دینے والوں کا مذاق اڑایا کہ وہ وسائل سے تہی دست تھے۔[2]

اس کے بالمقابل انبیاء کرامؑ کو سب سے بڑی مخالفتوں کا سامنا دو طبقات ہی سے ہوا ہے۔ جنہیں قرآن حکیم "ملأ" اور "مترف" اوران کے عمل کو "فساد فی الارض" سے تعبیر کرتے ہیں۔[3] ان کی مخالفت کا بنیادی وجہ ان کے مفادات کو نقصان پہنچ کر ان کی معاشی اجارہ داریوں اور سیاسی چوہدراہٹ کا خاتمہ تھا۔

گویا کہ انبیاء کرامؑ کی جدوجہد اپنے اپنے عہد میں ان دو طبقات کے قائم کئے ہوئے فرسودہ مذہبی تصورات ،نظام ظلم، معاشی استحصال، وسائل دولت پر جابرانہ قبضہ واجارہ داری اور لوٹ کھسوٹ کے خلاف تھی۔

قرآن حکیم میں انبیاء کرامؑ کے واقعات کے پس منظر میں اس طبقے کے عمل یعنی "فساد فی الارض" کو اس کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ اسے ایک مستقل قرآنی اصطلاح کا درجہ حاصل ہے۔

اہل لغت کے ہاں فساد کا مفہوم:

اہل لغت کے ہاں لفظ "فساد" کا استعمال کسی بھی طریقے سے انسانی معاشرے کو نقصان پہنچانے کے لئے ہوتا ہے۔ پھر چاہے وہ انسانیت کی قتل کی صورت میں ہو یا ان سے رشتے ناطے توڑنے کی شکل میں ہو یا ان کی اخلاقیات برباد کرنے اور یا معاشی حقوق سلب کرنے کی صورت میں ہو،ا گرچہ اس کا استعمال اور معانی میں بھی ہے لیکن تمام معانی کا منبع و مبدا معاشی جرائم ہی کی طرف ہوتی ہے۔ "القاموس المحیط" میں ہے۔ الفساد: "احذ المال ظلما بغیر حق۔[4]

کسی کا مال بغیر کسی حق کے ظلم یعنی ناجائز طریقے سے چھیننے کو فساد کہتے ہیں۔

و فی لسان العرب: المفسدة ضد المصلحة و تفاسدوا ای قطعوالارحام

"مفسدۃ" مصلحہ کی ضد ہے اور تفاسد و قطع رحمی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔[5]

امام راغب اصفہانیؒ "فساد" کا اصطلاحی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"الفساد" خروج الشیء عن الاعتدال ، قلیلا کان الخروج عنه او کثیرا ویضادی الصلاح ،ویستعمل ذالک فی النفس والبدن ،والاشیاء الخارجة عن الاستقامة۔[6]

کسی شئ کا اعتدال سے نکلنا، چاہے یہ خروج کم ہو یا زیادہ، اور اس کا متضاد صلاح آتا ہے، اور یہ نفس، بدن اور استقامت سے خارجی تمام اشیاء کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

فساد فی الارض اور قرآن حکیم:

" فسد" کا مادہ مختلف الفاظ کے ساتھ قرآن حکیم میں پچاس مقامات پر مختلف سورتوں میں انبیاء کرامؑ کے واقعات کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن ان تمام مقامات میں معانی کے استعمالات کا رجع بالذات یا بالواسطہ عموماً معاشی جرائم، وسائل دولت پر قبضہ، اس کا ضیاع، مالی بدعنوانیوں، ناپ تول میں کمی اور معاشی استحصال وغیرہ کی طرف ہوتا ہے۔ کیونکہ ان وسائل پر اجارہ داری ہی کے ذریعے یہ لوگ سیاسی طاقت پیدا کرتے ہیں اور پھر اس سیاسی، معاشی طاقت کے ذریعے کمزور طبقات کو کفر، معصیت اور دوسرے جرائم پر آمادہ کرتے ہیں۔ جس طرح قرآن حکیم کے مختلف سورتوں میں جہنم میں ان دو طبقات کا باہمی مکالمہ نقل کیا گیا ہے[7]۔

ان تمام معانی اور آیات کو سامنے رکھ کر گویا کہ اس اصطلاح یعنی " فساد" کا جامع مفہوم اس طرح بنتا ہے۔ کہ معاشرے کے چند طبقات یا خاندان کا سوسائٹی کے وسائل پر قابض ہو کر اس کے ذریعے پوری قوم کو غلام بنانا اور ان کا استحصال کر کے ان کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کو " فساد فی الارض " کہتے ہیں۔ اس طرح قرآن حکیم میں تمام معاشی وسماجی برائیوں کا عنوان گویا کہ " فساد فی الارض " ہے۔

قدرتی وسائل کا ضیاع اور فساد فی الارض:

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الاَرْضِ لِیفسِدَ فِیْھا وَیھلِکَ الحَرْث وَالنسل واللہ لَا یُحِب الفَسَادَ[8]

ترجمہ: "اور جب لوٹے تیرے پاس سے، تو دوڑتا پھرے زمین میں، تا کہ اس سے فساد کرے اور تباہ کرے کھیتیاں اور

نسل، اور اللہ ناپسند کرتا ہے فساد کو"۔

جس طرح اس آیت کریمہ کے شان نزول سے واضح ہے کہ کس طرح اخنس بن شریق منافق نے کھڑی فصلوں کو جلایا اور جانوروں کو قتل کر دیا۔ تو قرآن حکیم نے اس کے اس عمل کو "فساد" سے تعبیر کیا[9]۔ اس آیت کریمہ کے تحت آج کے دور میں سامراجی طاقتوں اور سرمایہ پرست قوتوں کی وہ تمام معاشی پالیسیز بھی آتے ہیں، جن کی اساس پر وہ مارکیٹ پر اجارہ داری قائم کرنے اور قیمتوں کا کنٹرول وغیرہ اپنے قبضہ میں رکھنے کے لئے یا قوموں کو غلام بنانے کے لئے وسائل دولت ضائع کرتے ہیں۔

اسی طرح اس کے تحت ان تمام معاشی پالیسیوں اور صنعتی سرگرمیوں پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے جس سے مستقبل قریب یا بعید میں زمین کے قدرتی ماحولیات و وسائل کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔

استحصال اور فساد فی الارض:

وَتَرٰى كَثِي◌ْرًا مِّن◌ْهُم◌ْ يُسَارِعُو◌ْنَ فِى ال◌ْاِث◌ْمِ وَال◌ْعُد◌ْوَانِ وَاَك◌ْلِهِمُ السُّح◌ْتَ لَبِئ◌ْسَ مَا كَانُو◌ْا يَع◌ْمَلُو◌ْنَ[10] ترجمہ: "اور ان اہل کتاب میں بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ گناہ اور ظلم وزیادتی کے کاموں اور سُحت خوری کی طرف لپکتے ہیں ان کے کرتوت بہت ہی بُرے ہیں"۔ اسی سورت کے آیت 64 میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَيسعونَ فِى الْاَرْضِ فساداً وَاللّٰهُ لَا يُحِب الْمُفْسِدِيْن[11] ترجمہ: "یہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں فرماتا"۔

یہاں پر بھی گناہ، ظلم وزیادتی اور سحت خوری یعنی حرام کی کمائی اور معاشی استحصال (یعنی کسی کے رضا کے بغیر اس کی چیز پر قابض ہو جانا یا اس سے رضا بالجبر حاصل کرنا وغیرہ) کو "فساد فی الارض" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو معاشیات ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح اس اصطلاح کو چوری جیسے معاشی جرم کے لئے سورۂ یوسف میں بھی استعمال کیا گیا ہے:

مَا جِئْنَا لِنفْسدَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كُنا سارقِيْن[12] ترجمہ: "ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے ہیں اور ہم چور نہیں

ہیں"۔

ڈاکہ زنی جیسے مالیاتی جرائم کے بارے میں ہیں:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ[13]

ترجمہ: "یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو، کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جاویں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یا دور کر دیئے جاویں اس جگہ سے، یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے"۔

اسی طرح یاجوج ماجوج کی وقتاً فوقتاً لوٹ مار اور قتل انسانیت کو بھی "فساد فی الارض" سے تعبیر کیا گیا ہے:

ان يَاجُوْجَ وَمَا جُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ[14] ترجمہ: "یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلاتے ہیں"۔

اسی طرح قرآن حکیم میں سود، نظام مشارکت میں خیانت اور مالی بد عنوانی، قرابت داروں کے ساتھ قطع رحمی (جو عام طور پر مالی لالچ ہی کی اساس پر ہوتی ہے) اور وسائل کا عادلانہ تقسیم نہ کرنا وغیرہ کو بھی "فساد فی الارض" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قارونی کردار اور فساد فی الارض:

قرآن حکیم نے ظلم و استحصال کے چند کرداروں کا تعارف کرایا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عموماً ان کا تذکرہ محض شخصیات کے حوالے سے کیا جاتا ہے کہ موسیٰؑ کے زمانے میں فرعون یا قارون نامی ایک شخص تھا۔ ابراہیمؑ کے زمانہ میں کوئی نمرود نامی آدمی تھا اور یوں وہ کشمکش وہیں ختم ہو کر تاریخ کا حصہ بن جاتی ہے۔

در حقیقت قرآن حکیم ان کا تعارف شخصیات کے حوالے سے نہیں بلکہ کردار کے حوالے سے کرتے ہیں اور یہی کردار کم و بیش ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں۔

مولانا سعید الرحمان علوی لکھتے ہیں:

"قرآن حکیم نے مال و دولت کے حوالے سے دو نظریات پیش کئے ہیں۔ ایک قارونی نظریہ اور دوسرا قرآنی۔ قرآن حکیم نے قارون کا تعارف ایک فرد کے بجائے مستقل نظریہ سے کیا ہے۔ جس کو آج کے مالی تصور و نظام میں "کیپیٹلزم" سے تعبیر کیا جاتا ہے[15]۔

آیات احکام کے نزول کا سبب اعمال فاسدہ کا انسداد:

امام ولی اللہ دہلوی "الفوز الکبیر" میں اسباب نزول کے تحت اسی اصول تفسیر کا ذکر فرماتے ہیں:

"والمحقق ان القصد الاصلی من نزول القراٰن تهذیب النفوس البشرية و دمغ العقائد الباطلة و نفی الاعمال الفاسده۔۔۔۔ الخ"[16] یعنی "محقق بات یہ ہے کہ نزول قرآن سے مقصود اصلی نفوس بشری کی تہذیب اور ان کے عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ کی تردید ہے۔ پس مکلفین میں عقائد باطلہ کا وجود، آیات مخاصمات کے نزول کا اور ان میں اعمال فاسدہ اور مظالم (معاشی، سیاسی، سماجی تینوں) کا شیوع، آیات احکام کے نزول کا سبب ہے۔

یعنی ہر دور اور زمانے میں اعمال فاسدہ اور مظالم کا کردار موجود رہتا ہے تو ان شخصیات سے وہی کردار ہی مراد ہے۔

ان کرداروں میں سے ایک کردار کا نام "قارون" ہے۔ جو معاشرے کے وسائل پر قابض ہو کر ان پر اپنی اجارہ داری قائم کر لیتا ہے۔ اور عام معاشرہ میں محرومی اور احساس کمتری پیدا کرتا ہے۔ یہ وہ کردار ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو جہاں فرعون کی سیاسی قوت سے لڑنا پڑا تو وہی ان کو قارون کی اس سرمایہ پرستانہ قوت سے بھی لڑنا پڑا جو اگرچہ نسلی طور پر ان کی اپنی قوم سے تعلق رکھتا تھا۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَه لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَه قَوْمُه لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ "۷۶" وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ[17] ترجمہ: "بے شک قارون موسیٰؑ کی قوم سے تھا، سو اس نے زیادتی کی ان پر، اور ہم نے دیئے تھے اس کو خزانے اتنے کہ اس کی کنجیاں اٹھانے سے تھک جاتے کئی مرد زور آور، جب کہا اس کو اس کی قوم نے، اترا مت، اللہ کو نہیں پسند اترانے والے۔ اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے کما لے آخرت کا گھر اور نہ بھول اپنا

حصہ دنیا سے اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی تجھ سے اور مت چاہ خرابی ڈالنا ملک میں اللہ پسند نہیں کرتا، فساد کرنے والے"۔

اس آیت کے ذیل میں "سید قطب" اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"کہ یہاں زیادتی کی شکل کو بلا عنوان چھوڑ کر اس کی تمام صورتیں اس میں داخل ہو گئیں۔

1۔ ایک صورت یہ کہ اس نے ان پر ظلم روا رکھا ہو

2۔ یا ان کی زمینوں، مال و دولت اور قیمتی اشیاء پر غاصبانہ قبضہ جمایا ہو

3۔ یا ان کا جو حق اس مال میں بنتا تھا اس سے ان کو محروم رکھا ہو

4۔ یا کوئی اور غلط راستے سے کمایا ہو[18]

ان تمام قرآنی آیات اور مختلف اقوام کے تذکرہ سے نظام معیشت میں خرابیوں کو "فساد فی الارض" سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ تمام سماجی برائیوں اور سیاسی بدامنیوں کی اساس معاشی طبقاتیت اور نظام معیشت کی خرابی ہے۔ جس کی وجہ سے دونوں طبقات عذاب الٰہی کا مستحق بن جاتے ہیں، پہلا طبقہ عیاشیوں میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے برباد

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلاَّ قَلِيلاً وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ[19]

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو اپنی معیشت پر اِتراتی تھیں، ہم نے اُن کو تباہ کر ڈالا، اب وہ اُن کی رہائش گاہیں تمہارے سامنے ہیں، جو اُن کے بعد تھوڑے عرصے کو چھوڑ کر کبھی آباد ہی نہ ہو سکیں، اور ہم ہی تھے جو اُن کے وارث بنے۔

اس طبقے کے بارے میں امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں۔

جب کسی قوم کی دماغ پر ملوکیت، شاہ پرستی اور سرمایہ کا بھوت سوار ہو جائے تو اس کے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اور وہ انسانی شرف و عظمت سے نیچے گر کر چوپاؤں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جن کو دن رات پیٹ کی فکر رہتی ہیں اور پھر بھی یہ جہنم بھرنے کا نام نہیں لیتا"۔[20]

جب کہ اس کے بالمقابل دوسرا طبقہ بنیادی انسانی ضروریات سے محروم ہو کر اپنی صلاحیتوں کو کھو بیٹھتے ہیں اور دو وقت کی روزی کی خاطر کسی بھی انتہا، یہاں تک کہ کفر تک جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے تمام برائیوں کی

جڑ غربت کو قرار دیا کیونکہ کفر سے بڑھ کر کوئی برائی نہیں اور یہ کفر تک لے جانی والی ہے۔

" كاد الفقر ان يكون كفرا"۔[21] یعنی "غربت انسان کو کفر تک پہنچاتا ہے"۔

بلکہ آپ ﷺ امت کی تلقین کی خاطر غربت سے پناہ مانگتے تھے: "اللهم انی اعوذبک من فتنة الفقر"۔[22]

اس طبقے کی حالت زار کے متعلق امام ولی اللہ دہلویؒ رقمطراز ہیں۔

"انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت بالکل برباد ہو جاتے ہیں جب کسی جبر سے انہیں اقتصادی تنگی پر مجبور کیا جاتا ہے اور وہ گدھے اور بیل کی طرح صرف پیٹ پالنے کے لئے کام کریں"۔[23]

اس لئے آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کی تشکیل کے بعد سربراہ مملکت کی حیثیت سے یہ ارشاد فرما کر ریاست کی معاشی ذمہ داری کو اجاگر کیا۔[24] آپ ﷺ نے مذکورہ فرمان کے ذریعے معاشی تنگی، غربت وافلاس اور اقتصادی ناہمواری کو معاشرتی جرائم کا سب سے بڑا سبب قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ زوال پذیر معاشروں میں معاشی وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور وسائل پر مسلط طبقے کی پر تعیش طرز زندگی اور وسائل سے محروم عوامی اکثریت کی معاشی محرومی مجموعی سوسائٹی کی معاشرتی اور اخلاقی گراوٹ کا باعث بنتی ہیں۔

انسانی سماج میں معاشی نظام کی مثال:

انسانی سماج میں معاشی نظام کی مثال انسانی جسم میں خون کی مانند ہے۔ اگر خون جسم کے تمام اعضاء کو ان کی ضرورت کے مطابق، بروقت، درست اور سہولت کے ساتھ ملتا رہے تو جسم کے اعضاء تندرست، توانا، مضبوط اور ترقی کرتے رہیں گے۔ اور اپنے تمام اعمال، افعال اور امور بخوبی سرانجام دیتے رہیں گے۔ اور اگر یہ تقسیم اعضاء کی ضرورت کے حوالے سے متوازن، بروقت اور درست نہیں تو پورے جسم کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ ایک طرف کثرت خون کیوجہ سے اعضاء نہ صرف اپنا بنیادی فنکشن چھوڑ دیں گے بلکہ ان کی صحت اور تندرستی بھی باقی نہیں رہے گی۔ اور کینسر کا شکار ہو جائیں گے۔

دوسری طرف قلت خون کیوجہ سے باقی اعضاء مفلوج ہو کر نہ صرف اپنا کام درست طور پر سرانجام دینے سے قاصر ہو جائیں گے بلکہ وقت سے پہلے ناکارہ بھی ہو جائیں گے۔ یہی مثال انسانی معاشرہ میں معیشت کی بھی ہیں اگر معاشی نظام کی بنیاد وسائل کی عادلانہ تقسیم، معاشی حقوق میں عدل و مساوات، محنت کی قدر، سرمایہ کا ماتحت تعاونی

کردار، احتکار اور اکتناز کی ممانعت جیسے اعلیٰ اصولوں پر ہو، جس سے معاشرے کے تمام افراد یکساں طور پر اس طرح مستفید ہو۔ جس سے طبقات وجود میں نہ آئیں۔ تو اس معاشی نظام کا نتیجہ معاشرہ کی اجتماعی فلاح و بہبود کی صورت میں سامنے آئے گا اور پورا معاشرہ ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا۔

فاسد نظام معیشت کے اثرات:

امام ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب البدور البازغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"کل غباوۃ وسوء خلق فانما ینشأ من سوء التدبیر فی الاکل، وسائر التدبیرات، وکل ذکاء وحسن خلق فانما ینشأ من صحۃ التدبیر"[25] ترجمہ: "ہر طرح کی حماقتیں اور تمام بداخلاقیاں صرف اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ معاشی نظام اور اس کے تمام دائرے فساد کا شکار ہو جائیں، بدنظمی کا شکار ہو جائیں اور ہر طرح کی ذہانت اور عمدہ اخلاق صرف اس وقت ہی پیدا ہو سکتے ہیں، جب سوسائٹی میں ایک عادلانہ معاشی نظام قائم ہو۔ گویا کہ تمام بداخلاقیوں کی جڑ فاسد نظام معیشت ہے۔

اِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الاَحبَارِ وَالرُّهبَانِ لَيَاكُلُونَ اَموَالَ النَّاسِ بِالبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّٰهَ[26]

ترجمہ: "اے مومنو! یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء و مشائخ میں ایک بڑی تعداد ایسوں کی ہے جو لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے انہیں روکتے ہیں"

مولانا محمد تقی امینیؒ اس آیت کے تحت فاسد نظام معیشت کے اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کہ ایسی حالت میں پوری قوم طبقاتیت کی شکار بن جاتی ہے۔ ہر خاص و عام میں عیش پرستی کی سوچ پروان چڑھتی ہے قوم میں کمانے والا طبقہ کم جب کہ قوم کے لئے کچھ کام کئے بغیر کھانے والا مفت خور ایک بڑا طبقہ معرض وجود میں آتا ہے جو پوری قوم پر معاشی طور پر بوجھ بن جاتا ہے اور بغیر کسی عمل کے عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

قوم کے ایسے زوال کے دور میں انسانی ہمدردی، غم گساری، ایثار و قربانی اور انسان دوستی جیسے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں اور ہر طرف مفاد پرستی، خود غرضی اور خوش فہمی وغیرہ کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ سربراہان مملکت، قومی نمائندوں اور رہنمایان ملت و قوم پر بھی سرمایہ پرستی اور ذاتی، خاندانی اور جماعتی مفادات اتنے

غالب آجاتے ہیں کہ وہ بھی ملک و قوم کو لوٹنے اور استحصال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔[27]

فاسد نظام معیشت کا خاتمہ: انبیاء کرامؑ کی جدوجہد کا نقیب:

قرآن حکیم میں شرک و ظلم اور جبر و استحصال کے خلاف عقیدہ توحید کی اساس پر انبیاء کرامؑ کی جدوجہد اور ان کی مد مقابل بت پرست ، ظالم و جابر اور وسائل دولت پر قابض طبقات کی ریشہ دوانیوں کا بہت تفصیل کے ساتھ تذکرہ موجود ہے جنہیں امام ولی اللہ دہلویؒ "علم التذکیر بایام اللہ "(یعنی قوموں کے عروج و زوال کے اساسی اصول) سے تعبیر کرتے ہیں۔[28] جو قرآنی آیت ''وَذَكِّرْهُمْ بِاَيامِ اللهِ''[29] سے ماخوذ ہے۔ذیل میں بطور مثال کے کچھ انبیاء کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1۔جیسا کہ حضرت ہودؑ کی اپنی قوم عاد کے مشرک ، ظالم اور جابر طبقے کے خلاف جدوجہد اور ان کی طرف سے رد عمل۔[30]

2۔ حضرت صالحؑ کی اپنی قوم ثمود کی بت پرستی اور وسائل دولت (یعنی چراگاہوں اور پانی کے چشموں وغیرہ) پر قابض طبقات کے معاشی جبر و تسلط، مال و دولت پر گھمنڈ اور غرور و تکبر کے خلاف مزاحمت اور ان کی طرف سے "ناقۃ اللہ" کی شہادت۔[31]

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ[32] ترجمہ:''اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ''۔"یعنی قوم ثمود نے وسائل پیداوار ،چراگاہوں اور پانی کے چشموں کو ذاتی ملکیت میں لے کر غریب اور کمزوروں کی اونٹنیاں اور اللہ تعالیٰ کی نشانی (اونٹنی) کو ان وسائل سے روکے رکھا۔اور یہی فساد ان کے عذاب الٰہی کا سبب بنا۔"[33]

جس طرح یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے اسی طرح انسانیت بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار اور ایک نشانی ہے۔ان کو بھی وسائل رزق سے محروم نہ کرنا تاکہ ان کے لئے بھی ضروری غذائی سہولیات حاصل رہے۔

وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ[34]

اور اے میری قوم! یہ تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ کی اونٹنی ہے تو اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی رہے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ قریب کا عذاب تمہیں پکڑ لے گے رہے۔[35]

3۔ حضرت ابراہیمؑ کا "عقیدہ توحید" کی اساس پر بت پرستی اور طبقاتی تقسیم سے براءت کا اعلان کرنا اور نمرود کی نمرودیت اور جبر و ظلم کو خاک میں ملانے کی کوشش کرنا۔ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۫-كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ [36] جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا! بے شک ہم تم سے اور ان سے بھی بیزار ہیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو ہم نے تمہارا انکار کیا اور ہمارے اور تمہارے مابین عداوت اور دشمنی ہمیشہ کے لئے ظاہر ہوگئی یہاں تک کہ تم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کی اللہ تعالیٰ سے حجاز مقدس کے لئے امن وامان اور معاشی خوشحالی کی دعا مانگنا ،(وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ)[37] -

4۔ حضرت یوسفؑ کی معاشی منصوبہ بندی، پیداوار بڑھانے اور وسائل دولت کے درست تقسیم کی حکمت عملی جس کے نتیجے میں قوم کو قحط سے نجات ملی اور قحط سالی کے دوران بھی نہ صرف اپنے ملک کے بلکہ آس پاس پڑوسی ممالک کے بھی معاشی ضروریات پورے کرنے لگے۔ واجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم[38]۔

5۔ حضرت شعیبؑ کا اپنی قوم کے اس سرمایہ پرستی کے خلاف جدوجہد[39]، جس کے مال و دولت کی فراوانی اور خوش حالی کے پیچھے ناپ تول میں کمی، ڈنڈی مارنا، معاملات میں کھوٹ و خیانت، دھوکہ دہی اور صارفین کا مالی استحصال شامل تھا۔

علامہ رشید رضا مصری تحریر فرماتے ہیں:

"گویا کہ قوم شعیبؑ کا مدعا یہ تھا، کہ عقیدہ کی آزادی کی طرح مال کمانے میں بھی ہر طرح کی آزادی ہونی چاہئے۔[40]

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ[41] ترجمہ: "بولے اے شعیبؑ! کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں جو پرستش کرتے تھے ہمارے باپ داد، یا ہم اپنے مالوں میں تصرف کرنا چھوڑ دیں جو ہم چاہیں، تو ہی بڑا باوقار نیک چلن ہے"

قوم شعیبؑ کی طرح آج کی سرمایہ پرست طبقات کی طرف سے یہی سوال اٹھایا جاتا ہے کہ دین کا معاشی معاملات سے کیا تعلق ہے؟ مال کمانے کا اور خرچ کرنے کا دینی اقدار واصول کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟

اسی طرح آج سرمایہ داریت کی قومی اور بین الاقوامی درجے میں آزاد کھلی منڈی کی معیشت کا تصور اسی قوم مدین کی معاشی آزادی ہی کے اصولوں پر قائم ہے۔ جس کے ذریعے تمام انسانیت کا بھرپور طریقے سے استحصال کیا جاتا ہے۔

Debt Trading, Factoring, short sale, forward sale, risk trading etc.

اسی طرح بہت سارے معاملات اور بین الاقوامی مالیاتی ادارے انہی استحصالی اصولوں پر قائم نظر آتی ہے۔

6۔ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کا فرعون کی طبقاتیت اور قارون کی سرمایہ دارانہ چالوں کے مقابلے پر بنی اسرائیل کی غلامی سے آزادی کی بے مثال جدوجہد۔[42]

7۔ نبی آخر الزمانؐ کی قومی درجے میں ابوجہل اور دیگر سرداروں کے تجارت اور پیداوار آمدن پر ناجائز قبضہ اور شرک کے خلاف نیز بین الاقوامی درجے میں قیصر وکسریٰ کے عقیدہ ثنویت وتثلیث اور ان کی اساس پر قائم کردہ ظالمانہ جاگیردارانہ معاشی نظام کے خلاف جدوجہد۔[43]

مقاصد بعثت نبوت: عدل کا قیام اور ظلم کا خاتمہ

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: "وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَيِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡمِيۡزَانَ لِيَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ"[44] ترجمہ: "یقیناً ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور میزان، تاکہ قائم ہوں لوگ انصاف پر"۔

اس عدل کے قیام میں سیاسی، سماجی عدل کے ساتھ ساتھ معاشی عدل کا قیام بھی شامل ہیں۔

معاشی عدل:

معاشی عدل سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی جغرافیائی حدود کے اندر تمام پیدائش دولت کے ذرائع اور قدرتی وسائل پر اس جغرافیہ میں رہنے بسنے والوں کا حق تسلیم کیا جائے اور ان سب کے لئے اس سے استفادے کا حق قانونی اور عملی طور پر سسٹم کے ذریعے ممکن بنایا جائے۔ تاکہ بلا تفریق رنگ، نسل اور مذہب کے تمام انسانوں کا حق پورا ہو۔ جس میں یہ

اصول مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ کسی ایک انسان کے استفادے سے اور انسانیت تنگی اور مصیبت میں واقع نہ ہو۔اس طرح اس سے یہ اصول بھی اخذ ہوتا ہے کہ کسی ملک کے تمام معاشی وسائل میں وہاں بسنے والے تمام لوگوں کا مساوی حق ہے اس لیئے دولت کی تقسیم بھی عدل کے اصولوں کے مطابق ہو۔ کیونکہ عدل کی قیام کی اساس پر بہت سارے ایسے اسباب کا قلع قمع ہوتا ہے جو دولت کے ارتکاز و کتناز کا سبب بنتے ہیں۔

اس سے ہی دین اسلام کے اقتصادی نظام کے بنیادی اصول بقول مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ "حق معیشت میں مساوات" کا اخذ ہوتا ہے۔یعنی قدرتی اور قومی وسائل سے تمام لوگوں کو مساوی طور سے استفادے اور استعمال کا حق حاصل ہے۔[45]

اسی طرح اس میں تبادلہ دولت اور صرف دولت میں بھی "اصول عدل" کا بیان ہے۔

اس آیت ہی کی وضاحت میں امام ولی اللہ دہلویؒ انبیاء کرامؑ کے مقاصد بعثت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان من اعاظم مقاصد التی قصدت ببعثة الانبياء دفع المظالم بين الناس لان تظالمهم يفسد حالهم ويضيق عليهم"۔[46]یعنی" بے شک انبیاء کرامؑ کی بعثت کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد انسانیت کے درمیان مظالم کا خاتمہ ہے کیونکہ ان مظالم کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہوتی ہے اور وہ تنگی اور مشقت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ظلم اور مظالم میں جس طرح سیاسی اور سماجی مظالم داخل ہیں اسی طرح معاشی مظالم بھی شامل ہیں کیونکہ عموماً سیاسی، سماجی مظالم کا منبع و مبدا معاشی مظالم ہی ہوتے ہیں۔

اقتصادی مصیبت سے نجات: نبوت کا ایک مقصد:

مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

"جب کبھی بھی انسانیت اقتصادی مشکلات و مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتی ہے تو ان سے نجات دینے کے لئے الہام خداوندی کا نزول کبھی انبیاء کرامؑ کے قلوب پر ہوتا ہے اور کبھی یہ الہام خداوندی کسی صدیق اور حکیم کو اپنے اظہار کا واسطہ بناتا ہے"۔

ان کوششوں کی بدولت جب انسانی اجتماع کا اقتصادی نظام درست خطوط پر استوار جاتا ہے تو معیشت سے

بے فکری کے نتیجے میں انسانیت اپنے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔[47]

امام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک نبوت کے مقاصد میں سے پوری انسانی زندگی کی اصلاح اور تہذیب ہے اور نبوت "حسنة في الدنيا" اور "حسنة في الاخرة" (دنیاوآخرت کی بھلائی) دونوں پر حاوی اور نگران ہے۔ وہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں "باب اقامة الارتفاقات و اصلاح الرسوم" کے تحت "اقامة الارتفاقات و اهمال الرسوم من مقاصد النبوة" (ترجمہ: "نبوت کے مقاصد میں سے ارتفاقات کا صحیح نظام قائم کرنا اور فاسد نظام کی رسومات کو ختم کرنا") کا عنوان قائم کرکے نبوت کے تحت ارتفاقات کی اصلاح کی نشاندہی کرتے ہیں۔[48]

اسی طرح نوحؑ کی قوم کی تباہی کے اسباب میں سے "افسدو الارتفاقات" یعنی ارتفاقات کے نظام میں خرابی قرار دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وكان ابراهيم تلقى من الانسان الالهى علم الارتفاقات و علم البر والاثم" ترجمہ: "حضرت ابراہیمؑ پر اللہ تعالیٰ نے امام نوع انسانی (انسان الٰہی) کے ذریعہ سے علم الارتفاقات اور علم البر والاثم القاء کئے"۔[49]

"ارتفاقات امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ وفکر کی ایک جامع اصطلاح ہے۔ اس کے لفظی معنی نرمی، آسانیاں اور سہولتیں پیدا کرنا، نفع رسانی اور حسن سلوک کے آتے ہیں۔ اس کا مادہ رِفق سے ہے"۔[50] شاید شاہ صاحب نے اس اصطلاح کو قرآن حکیم سے لیا ہو۔ نعم الثواب وحسنت مرتفقا۔[51]

شاہ صاحبؒ کی یہ اصطلاح معاش و معاشرت، سیاسیات واقتصادیات اور تہذیب و تمدن یعنی کسی قوم کے سیاسی، سماجی اور معاشی ڈھانچے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔[52]

مقاصد بعثت محمدی ﷺ: قیصر وکسریٰ کے ظالمانہ عیاشانہ نظاموں کا خاتمہ

امام ولی اللہ دہلویؒ نبی کریم ﷺ کے بعثت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اعلم ان العجم والروم۔۔تعمقوا فی مرافق المعيشة و تباهوا بها حتى قيل انهم كانوا يعيرون من كان يلبس صناديدهم منطقة او تاجاً، قيمتها دون مائة درهم"۔[53]

ترجمہ: ''جب روم اور عجم کے بادشاہ اس قدر تعیشات میں مبتلا ہوگئے کہ ان کے درباریوں میں سے کسی نے ایک لاکھ درہم سے کم قیمت کا تاج یا کمر بند پہنتا تو اسے ذلیل سمجھا جاتا تھا''۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

''کہ قیصر و کسریٰ کے نظام کے خاتمے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس کی بنیاد عام عوام کی لوٹ کھسوٹ پر تھی۔ خود بادشاہ، اس کے وزراء اور مذہبی طبقات، رعیت کا خون اور پسینہ ایک کر کے کمائی ہوئی دولت سے عیاشی کا سامان پیدا کر کے اس کے ذریعے عیاشیاں کرتے تھے۔[54]

آگے امام ولی اللہ دہلویؒ روم و عجم کے تعیشات کے خاتمے اور عام عوام کو ان کے معاشی استحصال سے نکالنے کو بھی نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے قرار دیتے ہیں:

''فتمس الحاجة الى رجل قوى مؤيد من الغيب، منقاد للمسئلة الكلية ليغير رسومهم الى الحق بتدبير لا يهتدى له فى الاكثر الا المؤيدون من الروح القدس''۔

فاعلم! ان اصل بعثة الانبياء و ان كان لتعليم وجوه العبادات اولا بالذات، لكنه قد تنضم مع ذالك ارادة اخمال الرسوم الفاسدة، والحث على وجوه من الارتفاقات۔[55]

ایسی صورت میں ایک ایسے مضبوط آدمی کی ضرورت پیش آتی ہے جسے غیب سے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہو۔ مفاد عامہ کے اصولوں کو مد نظر رکھ کر فاسد معاشرے میں موجود رسومات فاسدہ اور نظام ظلم کو تبدیل کرے۔ وہ ایسی تدابیر اختیار کرتا ہے کہ عام طور پر روح القدس (جبرائیل امینؑ) کی رہنمائی کے بغیر عدل وانصاف اور حق کا نظام بنانا ممکن نہیں ہوتا۔ اگر تم نے ان تمام باتوں کا علمی طور پر پورا احاطہ کر لیا تو یہ بات ذہن نشین رکھے کہ انبیاء کرامؑ کی سب سے پہلے اور اصل بعثت اگرچہ عبادات کے طور طریقوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کا ارادہ رسومات فاسدہ کو ختم کرنے اور لوگوں کے ارتفاقات درست طور پر قائم کرنے کے لئے ابھارنے کا بھی ہوتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ نبی اکرمؐ ہی کی بدولت ان تمام معاشی لوٹ کھسوٹ اور عیاشی کے سامان کا قلع قمع کیا گیا ایک تو ان کے خلاف شعور و بیداری پیدا کرنے کے ذریعے اور دوسری ان کے خلاف عملی اقدامات اٹھانے کے ذریعے سے ممکن

ہوا۔ خلافت راشدہ ہی میں قیصر و کسریٰ ٹوٹ گئی اور ان کے خزانے مسلمان جماعت کی ملکیت میں آکر اس کے ذریعے انسانیت کے معاشی مسائل کا خاتمہ کیا گیا یہاں تک کہ وہاں کی زمینوں میں وہاں کے کسانوں اور کاشتکاروں کا حق کاشت تسلیم کیا گیا جس کے ذریعے وہاں کے کسان اور کاشت کار بہتر زندگی گزارنے کے قابل بنے۔ اور ہر طرف معاشی خوش حالی کا دور دورہ ہوا۔

انبیاء کرامؑ اس پورے ڈھانچے کو (جو شرک اور ظلم کی اساس پر قائم تھی) تبدیل کر کے اس کی جگہ توحید، عدل، امن اور معاشی خوش حالی کی اساس پر معاشرے کی تشکیل کرتے، تاکہ انسانیت کی مادی اور روحانی دونوں ضروریات کی تکمیل ہو سکے اور انسانیت ان دونوں کے حوالے سے ترقی کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہو کر دنیا و آخرت کی کامیابیوں کو سمیٹے۔

قرآن حکیم کے انہی اصولوں پر امام الانبیاء ﷺ کی نبوی طریقہ دعوت بھی مشتمل تھا۔ جس طرح عدی بن حاتم کی اس روایت سے ظاہر ہے جس میں سیاسی طور پر امن و امان اور معاشی طور پر اتنی خوش حالی کا تذکرہ فرمایا ہے کہ کوئی زکوٰۃ کا مال قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔ "لترین الرجل یخرج ملء کفه من ذهب او فضة یطلب من یقبله منه فلا یجد احدا یقبله منه"۔[56] یعنی "تم دیکھو گے کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں سونا چاندی بھر کر نکلے گا اسے ایسے کسی آدمی کی تلاش ہوگی جو اسے قبول کرے لیکن اسے کوئی ایسا آدمی نہیں ملے گا جو اسے قبول کر لے"۔

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے: "عن ابی موسی اشعری عن النبیﷺ قال لیاتین علی الناس زمان یطوف الرجل فیه بالصدقة من الذهب، ثم لا یجد احدا یاخذها منه"[57] یعنی "حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ضرور ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک شخص سونے کا صدقہ لے کر نکلے گا لیکن اسے لینے والا نہیں ملے گا (اتنی معاشی خوش حالی اور معاشی فراوانی ہوگی)۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے: "عن معبد بن خالد قال سمعت حارثة بن وهب قال سمعت النبیﷺ یقول تصدقوا فانه یاتی علیکم زمان یمشی الرجل بصد قته فلا یجد من یقبلها"۔[58] یعنی "حارثہ بن وھب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگوں پر خرچ کرتے رہو کیونکہ تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے کہ ایک شخص صدقہ ہاتھ میں لے کر گھومے پھیرے گا مگر اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اسے

قبول کرلے"۔

یہ فقر و فاتے کے خاتمے اور غربت و افلاس کے انعدام کے بارے میں وہ جوش و جذبہ ہے جس کے نتیجے میں سر زمین عرب نے وہ دن دیکھے کہ وہاں سے غربت کا نام و نشان مٹ گیا۔

خلافت راشدہ میں عہد فاروق اعظمؓ کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو 22 لاکھ مربع میل کے رقبے پر ہریالی اور سرسبز و شادابی ہی نظر آئے گی۔

"حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب دور فاروقیؓ میں یمن کا گورنر بنایا گیا اور اس نے "فاضل رقم" عمر فاروق کو بھیج دی تو خلیفہ عمر فاروقؓ نے لکھا کہ کیا آپ کو میں نے اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں سے رقم جمع کر کے مجھے بھیجے یا وہاں کے ضرورت مندوں کی ضروریات پورا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ جس کے جواب میں حضرت معاذؓ نے لکھا: "ما وجدت احدا یاخذ منی شیئا" یعنی "کوئی نہیں ملا جو مجھ سے کچھ لے"۔[59]

اختتام:

آج کا دور معاشی نظاموں کا دور ہے دنیا دو بڑی بلاک میں منقسم ہے، ایک سرمایہ دار (Capitalist Block) جس کی سربراہی امریکہ، برطانیہ، فرانس کر رہے ہیں اور دوسرا سوشلسٹ بلاک (Socialist Block)، جس کی سربراہی چین اور روس کر رہے ہیں۔ دونوں نظام ہائے زندگی خواہ وہ سرمایہ داری نظام ہو یا سوشلسٹ نظام معاشی اساس ہی پر قائم ہیں۔

جب کہ ان دونوں کے بالمقابل اور کامل و مکمل نظام حیات دین اسلام کا ہے جو صرف فکری اصولوں پر قائم نہیں بلکہ اس نے مجموعی طور پر تین براعظم (ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے اکثریتی خطہ) کو 1200 سال تک بلا تفریق رنگ، نسل اور مذہب کے تمام انسانیت کو عملی طور پر معاشی خوش حالیوں سے ہمکنار کر کے ترقی بخشی۔

آج اہل اسلام کے زوال اور معاشی زبوں حالی کے روک تھام کے لئے ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ دین اسلام کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق سمجھ کر اس کے تحت اسلام کے کل نظام حیات کے لئے اس طرح جدوجہد ادا کیا جائے جس طرح انبیاء کرامؑ نے ادا کیا تھا۔ خصوصا دور حاضر کے تقاضا کے مطابق دین اسلام کے معاشی نظام کو سمجھنا اور اس کے مطابق ملکی نظم و نسق کی تشکیل کرنا عصر حاضر کا سب سے بڑا تقاضا ہے۔ تاکہ مملکت خداداد معاشی دیوالیہ پن سے

نکل کر جنت نظیر معاشرہ کا مثالی نمونہ بن کر معاشی استحکام حاصل کر کے اس شعبہ میں عالم اسلام کی قیادت کر سکے ۔اور یہاں کے باشندے بہتر زندگی گزارنے کے قابل بن کر ،اس حدیث کا عملی مصداق بنے جس میں ذکر ہے کہ کوئی زکاۃ لیناوالا نہیں رہے گا سب کے سب دینے والے بن جائیں گے۔

References

[1] Surah Al-Qasas: 28/05

[2] Surah Hud: 11/27, Surah Al-Mutaffifin: 83/30

[3] Surah Al-A'raf: 7/66, 75, 88; Surah Hud: 11/27; Surah Al-Waqi'ah: 56/45

[4] Al-Firuzabadi, Muhammad bin Ya'qub (d. 817 AH), Al-Qamus Al-Muhit, Bab Al-Dal, Fasl Al-Fa, 1/306

[5] Ibn Manzur, Muhammad bin Makram bin Ali bin Ahmad bin Abi Al-Qasim Afriqi, Lisan Al-Arab (Beirut: Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Lebanon), Maadah (Fasad), 3/336

[6] Raghib Isfahani, Abu Al-Qasim Hussain bin Muhammad (502 AH), Mufradat Alfaz Al-Quran (Beirut: Dar Al-Ma'rifah, Lebanon), Maadah (Fasad), p. 381

[7] Surah Al-A'raf: 7/38, 39

[8] Surah Al-Baqarah: 2/205

[9] Abdullah bin Abbas, Tanwir Al-Miqbas fi Tafsir Ibn Abbas, compiled by Majd Al-Din Muhammad bin Ya'qub Al-Firuzabadi, Al-Maktabah Al-Wahdiyyah, Peshawar, Pakistan, p. 36

[10] Surah Al-Ma'idah: 5/62

[11] Surah Al-Ma'idah: 5/64

[12] Surah Yusuf: 12/73

[13] Surah Al-Ma'idah: 5/33

1. [14] Surah Al-Kahf: 18/94

[15] Alavi, Saeed-ur-Rahman, Maulana, Islami Hukumat ka Falahi Tasawwur, 1st ed. 2003, Maktabah Jamal, Urdu Bazaar, Lahore, p. 33

[16] Dehlavi, Imam Waliullah, Al-Fawz Al-Kabir fi Usul Al-Tafsir, translated by Mufti Saeed Ahmad Palanpuri, 1st ed., Idarah Al-Siddiq, Dabheel, Gujarat, p. 29

[17] Surah Al-Qasas: 28/76, 77

[18] Shaheed, Syed Qutb, Fi Zilal Al-Quran, translated by Syed Maroof Shah Shirazi, 2nd ed. 1997, Idarah Manshurat Al-Islami, Lahore, vol. 5, p. 122

[19] Surah Al-Qasas: 28/58

[20] Dehlavi, Imam Waliullah, Hujjatullah Al-Baligha, 1st ed. 1970, Faran Academy, Urdu Bazaar, Lahore, vol. 2, p. 217

[21] Abu Abdullah, Muhammad bin Abdullah, Al-Khatib Al-Tabrizi, Mishkat Al-Masabih (Kitab Al-Adab), Hadith no. 5051; Ibn Abi Shaybah, Abu Bakr Abdullah bin Muhammad bin Ibrahim bin Uthman Kufi (d. 235 AH), Al-Musannaf (Bab Ma Jaa fi Al-Hasad)

[22] Al-Bukhari, Muhammad bin Isma'il (256 AH), Al-Jami' Al-Sahih, (Beirut, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah), Kitab Al-Da'awat, Bab Al-Ta'awwudh min Al-Maathim wa Al-Maghram wa Bab Al-Isti'adha min Fitnat Al-Ghina, Hadith no. 6376

[23] Hujjatullah Al-Baligha, vol. 1, p. 262

[24] Ghulam Rasul Cheema, Professor, Islam ka Ma'ashi Nizam, 1st ed. 2007, Ilm wa Irfan Publishers, Lahore, p. 62

[25] Dehlavi, Imam Waliullah, Al-Budur Al-Bazigha, 1st ed. 1950, Majlis Ilmi, Dabheel, India, p. 71

[26] Surah Al-Tawbah: 9/22

[27] Amini, Muhammad Taqi, La-Madhhabi Daur ka Tareekhi Pas-e-Manzar, 1st ed. 2015, Tayyib Publishers, Lahore, p. 15

[28] Dehlavi, Imam Waliullah, Al-Fawz Al-Kabir fi Usul Al-Tafsir, translated by Mufti Saeed Ahmad Palanpuri, p. 8

[29] Surah Ibrahim: 14/5

[30] Surah Al-A'raf: 7/65; Surah Hud: 11/50

[31] Surah Al-Shu'ara: 26/176 to 190; Surah Al-Ankabut: 29/36, 37

[32] Surah Al-A'raf: 7/73, 74; Surah Hud: 11/61

[33] Abu Al-Fadl, Noor Ahmad, Istilahaat Al-Quran, Hikmat Quran Institute, Karachi, pp. 403/405

[34] Surah Al-A'raf: 7/73

[35] Surah Al-Mumtahanah: 60/04

[36] Surah Al-Baqarah: 2/126

[37] Surah Yusuf: 12/55

[38] Surah Al-A'raf: 7/88 to 93

[39] Muhammad Rashid Rida, Tafsir Al-Manar, 1st ed. 1373 AH, Dar Al-Manar, Misr, vol. 1, p. 122

[40] Surah Hud: 11/87

[41] Surah Al-A'raf: 7/104

[42] Surah Al-Tawbah: 9/33; Surah Al-Fath: 48/28; Surah Al-Saff: 61/09; Surah Al-Jumu'ah: 62/03

[43] Surah Al-Hadid: 57/25

[44] Siwaharvi, Maulana Hifz-ur-Rahman, Islam ka Iqtisadi Nizam, Sheikh-ul-Hind Academy, Karachi, p. 89

[45] Hujjatullah Al-Baligha, vol. 2, p. 217

[46] Sindhi, Maulana Ubaidullah, Sha'ur wa Aagahi, 1st ed. 2022, Rahimiyah Publications, Lahore, pp. 341-342

[47] Hujjatullah Al-Baligha, Bab Iqamat Al-Irtifaqat wa Islah Al-Rusum, p. 298

[48] Dehlavi, Imam Waliullah, Ta'wil Al-Ahadith, 1st ed., Rahimiyah Publications, Lahore, p. 15

[49] Al-Ifriqi, Ibn Manzur, Lisan Al-Arab, vol. 3, p. 1696

[50] Surah Al-Kahf: 18/31

[51] Qureshi, Dr. Hussain Muhammad, Imam Shah Waliullah ka Ma'ashi Nazariya aur Asr-e-Hazir mein Iski Afadiyat, 1st ed. 2014, Poorab Academy, Islamabad, p. 206

[52] Dehlavi, Imam Waliullah, Hujjatullah Al-Baligha, Bab Al-Siyasah Al-Milliyah, vol. 1, p. 272

[53] Sindhi, Ubaidullah, Maulana, Sha'ur wa Aagahi, p. 235

[54] Dehlavi, Imam Waliullah, Hujjatullah Al-Baligha, Bab Al-Siyasah Al-Milliyah, vol. 1, p. 305

[55] Al-Sahih Al-Bukhari, Kitab Al-Manaqib, Bab 'Alamat Al-Nubuwwah, Hadith no. 3595

[56] Al-Sahih Al-Bukhari, Kitab Al-Zakah, Bab Al-Sadaqah Qabl Al-Radd, Hadith no. 1414

[57] Idem, Hadith no. 1411

[58] Imam Abu Ubaid, Kitab Al-Amwal, 1st ed., Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Beirut, Lebanon, Hadith no. 596, p. 196

[59]Surah Al-A'raf: 7/73